رشید اختر

# مسلمان مورخین

(سلسلہ کے لیے دیکھیے ثقافت مارچ ۱۹۶۴ء)

## جلال الدین سیوطی

امام ابوالفضل عبدالرحمٰن بن کمال ابی بکر السیوطی، بھی ہماری تاریخ کے ایسے چمکتے ستارے ہیں جن کے سبب جہالت کے بہت سے اندھیرے دور ہوئے۔

جلال الدین سیوطی ایک بہت اونچے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے دادا ہمام الدین مشائخ میں سے تھے اور دوسرے اعزا بھی اس مادی دنیا میں اچھی حیثیت کے مالک تھے۔ کوئی بڑا تاجر تھا، کوئی حاکم، اور کوئی امیر۔ ان کے خاندان نے السیوط میں ایک مدرسہ بھی بنا رکھا تھا۔ جس کا اہتمام ان ہی لوگوں کے سپرد تھا۔ امام سیوطی کا اپنا بیان ہے کہ ان کے دادا عجمی تھے، اور بغداد کے ایک محلہ الخضیریہ کی طرف اپنی نسبت کرتے تھے۔ سیوطی ۸۴۹ھ کے ماہ رجب میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد انھیں حصولِ برکت کی خاطر شیخ محمد مجذوب کے پاس لے گئے جو مشہد النفیس کے جوار میں[1] رہتے تھے۔ چھ سال کی عمر میں ان کے والد اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو ان کے ایک وصی شہاب بن طباخ نے ان کی پرورش کی۔[2]

ابھی آٹھ سال کے نہ ہوئے تھے کہ قرآن حفظ کر لیا۔ پھر عمدہ، منہاج الفقہ والاصول اور الفیہ ابن مالک پڑھا اور کئی دوسرے بڑے شیوخ سے فقہ و نحو کی تحصیل کی۔ فرائض علا فرخی سے پڑھے۔ بلقینی

---

(۱) حسن المحاضرہ جزاول، ص ۱۴۰ (۲) طبقات الاسدی ص ۱۳۴؛ الخطط الجدیدہ جزء ۱۲، ص ۱۰۵؛ الفوائد البہیہ ص ۱۳، روضات الجنات ص ۲۳۲۔

شرف المناوی، شمس بن الفلاقی، جلال محلی، الزین العقبی، البرہان البقاعی، الشمس السخاوی، سیف الدین البکتمری، علامہ محی الدین الکافیجی بھی ان کے شیوخ ہیں۔(۱)

امام صاحب کی اپنی روایت ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے ۸۶۶ھ میں جب کہ ان کی عمر ابھی سترہ سال کی بھی نہ ہوئی تھی، پہلی کتاب تصنیف کی۔ یہ کتاب شرح الاستاذ والبسملہ تھی جس کو تصنیف کر کے اپنے استاذ شیخ الاسلام البلقینی کی خدمت میں آئے۔ اور ان سے تقریظ لکھوائی۔(۲)

البلقینی بہت بڑے فقیہہ تھے، یہی وجہ تھی کہ امام سیوطی ان کی موت تک ان سے وابستہ رہے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے کا دامن پکڑا۔ پھر شرف الدین المناوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تفسیر بیضاوی، المنہاج اور شرح البہمہ کا کچھ حصہ پڑھا۔ حدیث وعربیۃ کی تعلیم علامہ تقی الدین الشبلی الحنفی سے کی۔ ان کی خدمت میں امام صاحب چار سال رہے۔ اس زمانہ میں بھی انھوں نے دو کتابیں تالیف کیں، ایک شرح الفیہ اور دوسری جمع الجوامع۔ ان دونوں کتابوں پر ان کے استاذ گرامی نے تقریظ لکھی۔

امام صاحب نے بڑے فخر کے ساتھ لکھا ہے کہ ان کے استاذ گرامی نے ان کے توجہ دلانے پر اپنی ایک حوالہ کی غلطی کی فوری اصلاح کر لی اور ذرا جرح نہ کی۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ ان کے استاذ نے الشفاء کے حاشیہ پر ایک حدیث درج کی تھی جس میں ابن ماجہ کا حوالہ دیا تھا اور امام صاحب کے خیال میں یہ حدیث ابن ماجہ کی نہ تھی۔ اپنے علم کو یقینی بنانے کے لیے انھوں نے ابن ماجہ کو کوئی تین بار پڑھا اور جب یہ حدیث اس میں انھیں درج نہ ملی تو انھوں نے معجم الصحابہ لابن قانع دیکھی اور یہ حدیث اس معجم میں تھی۔ وہ اس یقین کے بعد اپنے استاذ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اصلاح پیش کی۔ استاذ نے بغیر کسی جرح کے یہ اصلاح تسلیم کر لی۔ امام صاحب کے الفاظ ہیں:

"فجئت الی الشیخ واخبرتہ، فبجر ما سمع من ذالک اخذ نسختہ واخذ القلم فضرب علیٰ لفظ ابن ماجہ والحق ابن قانع فی الحاشیہ۔ فاعظمت ذالک وھبتہ لعظم منزلۃ الشیخ

---

(۱) حسن المحاضرہ جزاوّل ص ۱۴۰۔ (۲) حسن المحاضرہ جزاوّل ص ۱۴۰، ۱۴۱ء

فی قلبی واحتقاری فی نفسی"[1]۔

"میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ عرض کیا۔ انھوں نے محض مجھ سے سن کر اپنا مسودہ لیا، قلم اٹھایا، لفظ ابن ماجہ کو کاٹا اور اس کی جگہ ابنِ قانع بڑھا دیا۔ اس سے میرے دل میں شیخ کی عظمت بہت بڑھ گئی اور مجھے اپنا آپ بہت ہلکا محسوس ہونے لگا"۔

امام صاحب ہی کا بیان ہے کہ ان کے استاذ نے خود انھیں بعد میں بتایا کہ ابنِ ماجہ سے ان کی مراد مشہور ابنِ ماجہ نہ تھے بلکہ ابنِ ماجہ البرہان الحلبی تھے۔ اور غالباً اسی سبب سے امام صاحب کے دل میں اپنے استاذ کی عزت بڑھی اور اپنا آپ ہلکا محسوس ہوا اور پھر انھوں نے ان کی موت تک ان کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

ان کی موت کے بعد امام صاحب نے علامہ محی الدین الکافیجی کا دامن پکڑا اور چار سال ان کی خدمت میں رہے۔ ان سے انھوں نے تفسیر، اصول اور عربیۃ اور معانی کے فنون سیکھے۔ پھر شرف الدین الحنفی کی خدمت میں حاضری دی اور "الکشاف" اور التوضیح، تلخیص المفتاح والعضد پڑھی۔ حالانکہ اس وقت حضرت امام معمولی عالم نہ تھے، تین سو تصانیف تالیف فرما چکے تھے"[2]۔ ہم نے یہ تفصیل اس لیے پیش کی ہے کہ پڑھنے والے حضرت امام السیوطی کی بزرگی اور وسعت ظرف کا اندازہ کر سکیں کہ تین سو کتابوں کے مصنف ہونے کے بعد بھی وہ طالب علم تھے۔ ان کے دماغ میں قطعاً خود رائی اور بے جا تعلی پیدا نہ ہوئی تھی اور ایک یہ ہمارا دور ہے کہ ہم لوگ چند کتابیں لکھ لینے کے بعد ہمہ دان بن جاتے ہیں اور تحصیلِ علم کا دامن ہمارے مغرور ہاتھ سے آپ ہی آپ چھوٹ جاتا ہے۔

امام صاحب نے محض قاہرہ کے بڑے اساتذہ ہی کی خدمت میں حاضری کو کافی نہ سمجھا بلکہ وہ تحصیل علم کی خاطر بلاد الشام، حجاز، یمن، ہند، مغرب اور تکرور تشریف لے گئے"[3]۔ حضرت سیوطی غالباً پہلے بڑے مصری عالم ہیں جو علم کی خاطر ہندوستان آئے۔ ہم نہیں جانتے کہ حضرت امام کس جگہ

---

(۱) حسن المحاضرہ جزاول، ص ۱۴۰، ۱۴۱؛ (۲ و ۳) حسن المحاضرہ جزاول، ص ۱۴۱

پہنچے تھے اور کس عالم سے ملے تھے۔ انھوں نے حج بھی کیے اور زمزم کا مقدس پانی بھی پیا اور خدا سے دعا بھی کی۔ ان کی دعا یہ تھی کہ انھیں فقہ میں علامہ البلقینی کا اور حدیث میں ابن حجر کا رتبہ عطا کرے۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ وہ ان دونوں سے پیچھے رہے۔

امام صاحب کے اپنے بیان کی رو سے انھیں سات علوم میں تبحر نصیب ہوا۔ تفسیر، حدیث، فقہ نحو، معانی، بیان، اور بدیع۔ وہ فرماتے ہیں فقہ میں انھیں کوئی دعوےٰ نہیں۔ ان کے شیخ ان سے زیادہ فاضل اور وسیع النظر تھے۔[1] ان علوم کے علاوہ اصولِ فقہ، جدل، تصریف، انشاء، توسل، فرائض، القرأت، الطب، علم حساب بھی سیکھے تھے اور ان میں بھی انھیں اچھی خاصی واقفیت تھی، مگر ان میں "تبحر" کا دعویٰ انھیں نہ تھا۔ البتہ انھیں اس بات پر قدرت حاصل تھی کہ وہ ان فنون میں سے ہر ایک پر ایک نہ ایک تصنیف مرتب کر سکتے تھے اور یہ استعداد اللہ کی دی ہوئی تھی اور وہی ہر استعداد کا سرچشمہ و منبع ہے۔

امام صاحب نے حسن المحاضرہ میں اپنی ساری تصانیف کی فہرست بھی دی ہے جو تین سو سے کم نہیں ہیں۔ ان میں سے ترجمان القرآن، الدرالمنثور، الاتقان، لباب النقول، المسند اسرار التنزیل، مفحمات الاقرآن، الاکلیل، تکملہ التفسیر، التحبیر فی علوم التفسیر، حاشیہ علی تفسیر البیضاوی، تناسق الدرر، مراصد المطالع، مجمع البحرین، مفاتح الغیب، اور شرح الشاطبیہ، محض علم تفسیر سے متعلق ہیں۔ کشف المغطیٰ فی شرح الموطا، اسعاف المبطا برجال الموطا، التوشیح، الدیباج، مرقاۃ العقود، شرح ابن ماجہ، تدریب الراوی، شرح الفیہ العراقی، عین الذصابہ فی معرفتہ الصحابہ، کشف التلبیس، توضیح المدرک، اللالی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ، لب الباب، تقریب الغریب، اور بتیس اور کتابیں صرف حدیث میں تصنیف فرمائیں۔ اور فقہ میں جمع الجوامع، اور الجامع فی الفرائض کے علاوہ سات اور کتابیں لکھیں۔[2]

معانی ونحو میں عقود الجمان فی المعانی والبیان ان کی بہت مشہور تصنیف ہے۔ تلخیص المفتاح، حاشیہ علی المختصر البدیعہ، تائید الحقیقۃ العلیہ، تشیید الطریقہ الشاذلیہ بھی ان ہی کی تصانیف

---

(۱ و ۲) حسن المحاضرہ ص ۱۴۱ تا ۱۴۵ ج ۱

ہیں اور تصوف میں درج المعالی فی نصرۃ الغزالی، الخبر الدال، مختصر الاحیاء، المعانی الدقیقہ، شوارد الفوائد، الکواکب اور کئی دوسری کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔

تاریخ میں انھوں نے بہت کام کیا اور کئی اہم کتابیں مرتب فرمائیں جن میں طبقات الحفاظ، طبقات النحاۃ الکبریٰ، الوسطیٰ والصغریٰ، طبقات المفسرین، طبقات الاصولین، طبقات الکتاب حلیتہ الاولیاء، طبقات شعراء العرب، تاریخ الخلفاء، تاریخ مصر، تاریخ السیوطی، معجم شیوخی الکبیر، المعجم الصغیر، ترجمۃ النووی، ترجمۃ البلقینی، تاریخ العمر، رفع الباس عن بنی العباس، النفحۃ المکیہ درر الکلم، مختصر معجم البلدان، یاقوت الشماریخ فی علم التاریخ، مختصر تہذیب الاسماء للنووی، تحفۃ المذاکر، اور تحفۃ الظرفا شامل ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ شہرت ان کی تاریخ الخلفا اور طبقات النحاۃ کو نصیب ہوئی ہے۔

صاحب طبقات المفسرین، الشمس الدوری ان کے ایک بڑے شاگرد ہیں۔ وہ ان کے حالات لکھتے ہوئے کہتے ہیں:

"میں شیخ کے دامن سے وابستہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ شیخ روزانہ تین اجزا تحریر فرمالیتے وہ صفحات اس کے ساتھ ساتھ وہ حدیث بھی املا کرتے اور معترضین کے جوابات بھی دیتے۔"

السخاوی نے ان کی تصانیف پر کئی اعتراض کیے ہیں اور ان کے انداز تحریر اور روایات کے اخذ پر جرح کی ہے۔ مگر یہ جرح محض معاصرانہ ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے رقیب تھے اور وہ ان پر جرح کرتے اور یہ اُن پر۔

امام سیوطی پہلے شیخونیہ کے شیخ الحدیث بنے، پھر تربت برقوق کی مشیخت تصوف کو سنبھالا۔ بعد میں بیبرسیہ کی مشیخت بھی ان کے حصہ میں آئی۔ آخر میں الروضہ میں گوشہ نشینی اختیار کرلی اور اس قدر معزز و محترم ہوئے کہ مصر کے تمام معززین ان کی خدمت میں حاضری دینے کو فخر سمجھتے اور یہ لوگ

ان کی خدمت میں جب آتے تو حضرت سیوطی کسی کی تعظیم کے لیے نہ اٹھتے۔ ۹۰۹ھ میں انھیں دوبارہ لبیبرسیہ کی مشیخت پیش کی گئی۔ مگر انھوں نے اسے قبول نہ کیا۔

ان کی بہت سی باتیں امام غزالی سے ملتی ہیں۔ امرا اور بڑے لوگ جب ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو دولت کے انبار ان کے سامنے لگا دیتے، مگر وہ یہ انبار سب کے سب لوٹا دیتے اور کسی تک ہاتھ نہیں بڑھاتے۔[1] مصر کے بادشاہ السلطان الملک الاشرف نے ان کی خدمت میں ایک بار ایک ہزار دینار اور غلام نذر کے طور پر بھیجے۔ انھوں نے دینار جوں کے توں لوٹا دیے البتہ غلام قبول کر کے اسے آزاد ی عطا کی اور حجرۃ النبویہ کی خدمت سونپ دی۔ اور سب سے بڑی بات یہ کی کہ بادشاہ کے پیغام بر سے کہا کہ آئندہ اس قسم کے تحائف لے کر ہمارے پاس نہ آنا، اللہ نے ہمیں ان تحائف کی ضرورت و احتیاج سے بے نیاز کر دیا ہے۔ ان کی بے نیازی کا عالم عجیب تھا، بادشاہ نے کئی بار انھیں اپنے دربار میں بلایا مگر وہ ایک بار بھی اس بلاوے پر بادشاہ کے پاس نہ گئے۔ ہر بار بادشاہ کی دعوت رد کر دی۔

وہ مجتہد بھی تھے۔ انھوں نے بعض علماء کے علی الرغم اجتہاد کا دعویٰ کیا تھا اور وہ اس کے اہل تھے۔ ان کے شاگرد الداؤدی کا بیان ہے کہ انھیں دو لاکھ احادیث حفظ تھیں۔[2]

ذیل میں حضرت امام کی ان تصانیف کے نام دیے جا رہے ہیں جو چھپ چکی ہیں:

۱۔ "الاتقان فی علوم القرآن"۔ ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۲ء) میں کلکتہ سے پہلی بار چھپی (۹۵۹ صفحات ہیں)۔ مصر سے ۱۲۸۷ھ میں دوبارہ چھپی۔ مطبع عثمان (دو جز میں)۔ المیمنیہ سے ۱۳۱۷ھ میں، اور الازہریہ سے ۱۳۱۸ھ میں بھی چھپ چکی ہے۔

۲۔ "اتمام الدرایۃ لقراء النقایۃ"۔ ۱۳۰۹ھ میں ہندوستان سے چھپی اور مصر سے ۱۳۱۷ھ میں شائع ہوئی۔

---

(۱) خطط المقریزی و ذیلہا البدر الطالع (ذکر السیوطی) (۲) الکواکب السائرہ، شذرات الذہب (ترجمۃ السیوطی)، النور فی ذیل طبقاتہ۔

۳۔ "الاخبار المرویہ فی سبب وضع العربیہ۔"

۴۔ "الدرج فی الفرج" (چھپ چکی ہے)

۵۔ "اسعاف المبطاء فی الرجال الموطا"۔ پہلی مرتبہ حیدر آباد دکن سے چھپی اور ۱۳۲۰ھ میں دوسری بار دہلی سے بھی چھپی۔

۶۔ "الاشباہ والنظائر فی الفروع"۔ مکہ سے ۱۳۲۱ھ میں چھپی۔

۷۔ "الاقتراح فی علم اصول النحو"۔ حیدر آباد دکن سے ۱۳۱۰ھ میں چھپی۔

۸۔ "اکلیل فی انسباط التنزیل"۔ دہلی سے ۱۲۹۶ھ میں شائع ہوئی۔

۹۔ "الفیہ"۔ مصر سے ۱۳۳۲ھ میں طبع ہوئی۔

۱۰۔ "بغیہ الدعاء فی طبقات اللغویین والنحاۃ"۔ ۱۳۲۶ھ میں مطبع السعادہ سے شائع ہوئی۔

۱۱۔ "البحجۃ المرضیہ فی الشماح الالفیہ"۔ مدراس سے ۱۲۹۱ھ میں اور الخبریہ سے ۱۳۱۰ھ میں چھپی۔

۱۲۔ "تاریخ الخلفاء"۔ اس میں عہد ابوبکرؓ سے لے کر اپنے زمانہ تک کے مختصر حالات بیان کیے ہیں۔ سیرت کی کتاب ہے۔ ۱۸۵۶ء میں کلکتہ سے ۱۸۷۰ء میں لاہور سے ۱۳۰۶ھ میں دہلی سے اور ۱۳۰۵ھ میں المیمنیہ سے چھپی اور بہت مقبول ہوئی ہے۔

۱۳۔ "تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ"۔

۱۴۔ "تحفۃ المجالس"۔ ۱۳۲۹ھ میں مصر سے چھپی۔

۱۵۔ "تزیین الممالک بمناقب الامام مالک"۔ الجیریا سے ۱۳۲۵ھ میں چھپی۔

۱۶۔ "تعقبات سیوطی علی موضوعات ابن جوزی"۔ لاہور سے ۱۸۸۶ء میں طبع ہوئی۔